اسلام اور جمہوریت

ابھے کمار

اسلام کے بارے میں بہت ساری غلط فہمیوں کو پیدا کرنے میں برطانوی امریکی مؤرخ برنارڈ لیوس کا اہم کردار رہا ہے۔ سال ۲۰۱۸ میں ان کا انتقال ایک سو ایک سال کی عمر میں ہوا۔ اپنے طویل تعلیمی کریئر کے دوران، اس مستشرق مصنف نے لاتعداد کتابیں لکھی ہیں اور ان کے سینکڑوں مضامین آج بھی پڑھے جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں کو امریکی اقتدار بہت غور سے پڑھتا تھا اور ان پر عمل بھی کرتا تھا۔ آسان لفظوں میں کہیں تو برنارڈ لیوس نے اسلام کا مطالعہ ارباب اقتدار اور طاقتور لوگوں کے نقطہ نظر سے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان جیسے ایک باصلاحیت محقق سچائی کو بیان کرنے میں قاصر رہا ہے۔ اس نے اسلام کے تئیں پوری دنیا میں کنفیوژن اور اس کے خلاف تعصب پیدا کیا ہے۔ یاد رہے کہ تہذیبوں کے مابین تصادم کا مفروضہ بھلے ہی سموئیل پی ہنٹنگٹن نے دیا ہو، مگر اس کے پیچھے بھی برنارڈ لیوس کی منفی سوچ کام کر رہی تھی۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد، دنیا میں جس طرح سے اسلام کو نشانہ بنایا گیا ہے اور اسے تشدد اور دہشت گردی سے جوڑا گیا ہے اس میں برنارڈ لیوس اور ان کے شاگرد مصنفوں کا بڑا رول رہا ہے۔ برنارڈ لیوس کی تحریروں نے بھی اسلام کو لبرل جمہوریت کے خلاف کھڑا کیا ہے اور مسلم معاشرے کے رجعت پسندانہ عناصر کو اس سماج کا ترجمان بتلایا ہے۔

گہرائی سے دیکھا جائے تو برنارڈ لیوس اور ان جیسے مستشرقین کی تحریروں کی سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ وہ دین اسلام کو ایک منفرد مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان میں یہ بتانے کی ہمت نہیں ہے کہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے بنیادی اصول بہت حد تک ملتے جلتے ہیں۔ اسی طرح مسلم اور غیر مسلم معاشرے میں روشن خیال اور رجعت پسند دونوں طرح کے گروپ پائے جاتے ہیں، مگر برنارڈ لیوس کو مسلم معاشرے میں مذہبی جنون کے علاوہ اور کچھ نہیں دکھتا۔ انہیں وہاں مزدور، کسان اور خواتین کی لڑائیاں بالکل بھی نہیں دکھتیں ہیں۔ مسلم معاشرے کے اندر مساوات کے لیے چل رہی لڑائیوں سے بھی انہیں کوئی خاص مطلب نہیں ہے۔ استعماری طاقتوں نے مسلم ممالک کا کس حد تک استحصال کیا ہے اور جمہوری اقدار پر چوٹ کی ہے، یہ برنارڈ لیوس کی تحریروں میں پوری طرح سے غائب ہے۔ برنارڈ لیوس اور ان جیسے دیگر مستشرقین کا ہدف یہی ہوتا ہے کہ وہ مسلم معاشرے کو یہودیت، عیسائیت اور مغربی تہذیب کے بگاڑ کے طور پر پیش کریں اور ان کے مابین موجود رائی جیسے اختلاف کو پہاڑ جیسا بنا کر پیش کریں۔ ایک مخصوص ایجنڈے پر کام کرنے والے مصنفین کبھی اس بات پر غور نہیں کرتے کہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تنازعہ کی تاریخ بہت ہی چھوٹی ہے، جبکہ ان کے درمیان تعاون، ہم آہنگی کی تاریخ بہت لمبی ہے۔ دکھ کا عالم یہ ہے کہ جس فلسطین میں یہودی ارباب اقتدار مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ کر حملہ کر رہے ہیں، وہ یہ نہیں سمجھنا چاہتے کہ ان کے ساتھ مسلمانوں نے ہمیشہ سے دوستانہ سلوک کیا ہے اور مسلم ممالک میں انہیں تحفظات ملے ہیں، جبکہ ان کے خلاف ظلم مغربی ممالک میں ہوئے ہیں۔

اسی تعصب کی وجہ سے برنارڈ لیوس نے لبرل جمہوریت اور اسلام کے بیچ اختلاف دکھایا ہے۔ فروری ۱۹۹۳ء میں انہوں نے 'دی اٹلانٹک منتھلی' جرنل میں 'اسلام اینڈ لبرل ڈیموکریسی' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ اپنی تحریر کی شروعات کرتے ہوئے لیوس نے کہا کہ سیاسی اعتبار سے دیکھا جائے تو ترکی کو چھوڑ کر باقی مسلم ممالک میں لبرل جمہوریت نہیں پائی جاتی ہے۔ اپنی دلیل کو ثابت کرنے کے لیے لیوس نے مسلم معاشرے میں اسلامی شدت پسندوں کو ہی پورے معاشرے کا ترجمان بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کہا کہ ایسے عناصر کا ماننا ہے کہ مسلمانوں کو ہر قسم کے مغربی نظریات جیسے سوشلزم، نیشنلزم اور لبرل ازم کو ترک کر دینا چاہیے اور انہیں غیر مسلمانوں کے قانون اور اداروں کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے۔

لیوس نے مزید کہا کہ ایسے شدت پسند جمہوریت کو بھی اسلامی معاشرے کے لیے موزوں نہیں سمجھتے۔ یہ ممکن ہے کہ اسلامی معاشرے میں کچھ ایسے افراد یا کچھ ایسی تنظیمیں ہوں، جن کی رائے جمہوریت کے خلاف ہو، مگر ایسے عناصر تو ہر سماج میں پائے جاتے ہیں، جو یہ نہیں چاہتے کہ عوام کو بااختیار بنایا جائے۔ خود مغربی دنیا میں انتہائی دائیں بازو کے گروپوں کی طاقت بڑھ رہی ہے، جو جمہوریت اور مساوات کے مخالف ہیں۔ مگر کوئی بھی ایماندار اسکالر ایسے عناصر کو مغربی ممالک یا تہذیب کا نمائندہ نہیں مانتا۔ مگر برنارڈ لیوس اور ان کے چیلوں نے اسلامی معاشرے کے سب سے شدت پسند عناصر کو ہی اسلام کا ترجمان بنا کر پیش کیا ہے۔ لیوس کی دلیل کی دوسری بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ جمہوریت کے فروغ کے لیے صرف اور صرف 'یہودی عیسائی مذہب اور یونانی-رومن ریاستی دستکاری اور قانون' کو کریڈٹ دینا چاہتے ہیں۔ آسان لفظوں میں کہیں تو دنیا بھر میں جو کچھ بھی ترقی ہوئی ہے وہ یہودی، عیسائی، یونانی اور رومی معاشرے کے بطن سے ہوئی ہے۔ مگر تاریخی سچائی یہ ہے کہ انسانی ترقی میں پوری دنیا کی خدمات رہی ہیں۔ چین، عرب، ہندوستان، افریقہ اور لاطینی امریکہ جیسے علاقوں سے بھی بہت سارے مثبت کام ہوئے ہیں۔ برنارڈ لیوس کی تنگ نظری کا عالم یہ ہے کہ وہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کی خدمات کو سراہنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ بات ہائی اسکول میں پڑھنے والے بچوں کو بھی معلوم ہے کہ یہودیت اور عیسائیت کی جائے پیدائش ایشیا ہی رہی ہے۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے مابین ہم آہنگی زیادہ اور اختلاف کم ہیں۔ جو اختلاف ابھر کر سامنے بھی آئے ہیں، ان کا تعلق سیاست سے زیادہ ہے اور دین سے کم ہے۔ غیر جانبدار مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ جس یونان کو مغربی تہذیب کا گہوارا کہا جا رہا ہے، اسے ایک وقت تک افریقہ کا حصہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے مراسم ایشیا کے ممالک سے زیادہ تھے۔ جس نشاۃ ثانیہ کو یورپ کی جدیدیت اور ترقی کا پہلا باب سمجھا جاتا ہے، اس میں بھی مسلم مصنفوں کا بہت بڑا رول ہے۔ انہوں نے ہی یونانی فلسفیوں کی تحریروں کو عربی میں ترجمہ کر کے محفوظ رکھا تھا، جس کا ترجمہ کر کے یورپی مصنف ان کو دوبارہ سے جان سکے۔ میرا یہ ہرگز بھی کہنا نہیں ہے کہ دنیا میں ساری ترقی مسلم ممالک میں ہوئی یا سب کچھ مثبت ایشیا میں ہوا۔ میری برنارڈ لیوس کے شاگردوں سے یہی اختلاف ہے کہ وہ ایک مخصوص سیاست کے زیر اثر دنیا کے ایک حصے کو مہذب، جمہوری، لبرل اور روشن خیال دکھلاتے ہیں اور باقی دنیا کو غیر مہذب اور جنونی کہہ کر بدنام کرتے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جمہوریت وقت کے ساتھ بدلتی رہی ہے۔ یونان میں جو جمہوری نظام دو ہزار سال سے پہلے پایا جاتا تھا، وہ آج کے امریکی اور برطانوی جمہوریت سے کافی الگ ہے۔ ہندوستان جیسے ملک جو دو سو سالوں سے نوآبادیاتی نظام کا شکار رہا ہے، وہاں بھی جمہوریت کا تجربہ کامیاب رہا ہے۔ بھارت کی جمہوریت نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ صنعتی ترقی، خواندگی کی بلند شرح، جمہوریت کی شرط نہیں ہے، بلکہ مساوات کی جستجو ہی جمہوریت کی کامیابی کی اصل قوت ہے۔ مزدوروں اور خواتین کی تحریکوں نے جمہوریت کو مضبوط کیا ہے۔ ان کی لڑائیوں کا اثر تھا کہ ووٹ دینے کے حقوق سب کو فراہم کیے گئے، جو کل تک صرف مالدار لوگوں تک ہی محدود تھے۔ آج بھی جمہوری نظام میں سب کچھ اچھا نہیں چل رہا ہے اور اس کے سر پر پیسے والے اور اعلیٰ ذات کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے کمزور طبقات اور اقلیتوں کے حقوق مارے جا رہے ہیں۔ مسلم معاشرے میں بھی جمہوری طاقتیں بہت مضبوط ہیں، مگر دنیا کی استعماری طاقتیں نہیں چاہتیں کہ مسلم معاشرے سے کوئی زمینی اور عوامی لیڈر ابھرے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کی بڑی طاقتیں ہمیشہ آمرانہ طاقتوں کو پس پردہ حمایت دیتی ہیں تا کہ وہ ان کے مفادات کو پورا کر سکیں۔ مؤرخ برنارڈ لیوس اور ان کے شاگردوں کی تنگ نظری ان مسلم اور اسلام مخالف مفروضوں کی اہم وجہ ہے۔ ■

(مضمون نگار نے جے این یو سے جدید تاریخ میں پی ایچ ڈی کی ہے)
debatingissues@gmail.com